تقویۃ الایمان

خدا کے تجسم و خداوند المسیح کی الوہیت کے ثبوت میں

مؤلفہ

پادری ٹامس ہاول صاحب بشیر
پاسٹر کلیسیا چرچ اوف انگلنڈ لاہور

۱۹۱۱ء

تادا مسیح پرنٹر الاہور کی معرفت

LIBRARY

بسم اللہ الآب والابن والروح القدس

خدا کی حمد و تعریف ہو کہ جس نے اس حقیر کو صداقت کے اظہار کا موقع بخشا +

(۱) واضح ہو کہ ہماری ذاتی بناوٹ میں واقفیت اور تجربہ کاری کی ایک عظیم حقیقت جسم و روح کی پیوستگی ہے۔ کل انسان اور ہر ایک شخص میں دو متفرق ماہیتیں ہیں۔ یعنی جسم اور روح یہاں ماہیت کے معنی میں وہ ہستی مراد ہے۔ جس میں جوہر اور صفات اور خاصیتیں جو اس کا ظہور ہیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے اس کو محض طاقت نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ صرف جوہروں اور خاصیتوں کی پیوستگی کا نام کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ وہ جو کل تبدیل پذیر کیفیتوں میں جو اس پر واقع ہو سکتی ہیں یکساں رہتی ہیں۔ پھر وہ ماہیت جس کو ہم روح کہتے ہیں غیر مادی ہے۔ یعنی اس میں مادہ کی کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ وہ روحانی ہے۔ اور روح کی کل خاصیتیں رکھتی ہے۔ اور نیز وہ خود واقف دانا اور بامرضی فعل کرنے والی ہے۔ لیکن جس کو ہم جسم کہتے ہیں وہ مادی ہے۔ اور مادہ کی کل خاصیتیں رکھتا ہے۔ اور فہم اور روح کی خاصیتیں اس میں نہیں پائی جاتیں۔ پس یہ ہماری ذاتی بناوٹ کی اول حقیقت ہے۔ جو بغیر شک کے عموماً مانی گئی ہے +

(۲) دوسری حقیقت روح اور بدن کی پیوستگی و خاصیت کی نسبت ہے۔ (۱) یہ ایک شخصی پیوستگی ہے کیونکہ [illegible] اور بدن کی پیوستگی سے ایک انسان یعنے ایک شخصی وجود کہ جس کا وقوف واحد ہے۔ بنتا ہے [illegible] شخص یا وجود وہ ہستی ہے۔ جو حواس۔ خیال۔ اور بدن کی افعال اور فہم کے فعلوں [illegible] ہے۔ (۲) یہ ایسی پیوستگی ہے کہ جس میں کوئی آمیزش اور گڑبڑ نہیں ہے کیونکہ [illegible] روحانی رہتی ہے۔ اور بدن مادی نہ کہ تانبے و جست کی ملاوٹ کی طرح کہ جس سے [illegible] اس جہان [illegible] دونوں جوہر تو اپنا اصلی جوہر چھوڑ کر ایک نئی دھات بن جاتے ہیں [illegible] نکلتی [illegible] روح اور بدن کا [illegible] علیحدہ علیحدہ

رہتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو اپنی اپنی خاصیت نہیں بخشتا۔ یعنی نہ تو روح کی خاصیت جسم کو دی گئی ہے۔ اور نہ جسم کی خاصیت روح کو۔ (۳) بدن ہر ایک شخص کی ہستی کا ایک حصہ ہے۔ اور اُس کی کامل شخصیت ہونے کے لئے وہ ضروری ہے۔ اور جسم روح کے ہر ایک حصے میں رہتا ہے۔ اور جب اُس کی حالت یا اُس کے چھوٹے سے چھوٹے عضو میں کچھ بھی ہرج ہو جائے۔ تو وہ اس سے واقف ہو جاتا ہے +

(۳) بدن اور روح کی پیوستگی کے نتائج یہ ہیں (۱) خاصیتوں کا میل ملاپ۔ یعنی شخصیت میں جسم و روح کی کل صفات ہیں۔ جو کچھ ہم انسان کے بدن میں پاتے ہیں۔ وہ اُس کی شخصیت پر ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور جو کچھ روح میں پاتے ہیں۔ وہ بھی شخصیت میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم کسی انسان کی بابت کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ لمبا یا پست یا بیمار یا تندرست یا خوبصورت یا بدصورت ہے۔ ویسا ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہوشیار۔ عقلمند۔ نیک یا بد یا خیر خواہ یا عالم ہے۔ جو کچھ اُس کی بناوٹ میں جسم اور روح پر صادق آتا ہے۔ وہ کل انسان پر صادق آتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ہر ایک امر جو ایک پر صادق آتا ہے وہ دوسرے پر نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب کہ بدن کو زخم ہوتا ہے یا کچھ جل جاتا ہے۔ تو روح ان آفات کا مقصد نہیں ہوتی۔ اور جب روح توبہ کرتی یا ایمان لاتی یا ہوشیار یا دانشمند ہوتی ہے۔ تو جسم اُن کا مقصد نہیں ہو سکتا ہر ایک کو اپنی ہی خاصیتیں اور اپنی ہی تبدیلیاں ہیں۔ لیکن انسان یا شخصیت یا وجود دونوں کی حرکتوں کا مقصد ہوتا ہے۔ (۲) اِس لئے ظاہراً ناموافق متضاد خاصیتیں ہر ایک شخص میں پا سکتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کمزور اور زور آور ہے۔ وہ فانی اور غیر فانی ہے وہ روح ہے اور مٹی اور خاک ہے (۳) ہم انسان کو اُس کی خاص[illegible] سے ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ وہ علامت جس سے ہم اُس کو ظاہر کرتے ہیں صرف اُ[illegible] دوسری شخصیت پر ہی صادق آسکے۔ مثلاً ہم اُس کو روح کہہ سکتے ہیں۔ اور پھر [illegible] وہ بھوکا اور پیاسا ہے یا ہم اُس کو مٹی کا کیڑا کہہ سکتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ وہ [illegible] طرح کا [illegible] ہے۔ لہذا انسان ان جوہروں میں سے ایک کے ساتھ بنایا جا سکتا ہے۔ جن کے بارے [illegible] پر مبنی ہوتا ہے

(۴) جیسا روح [illegible] بدن [illegible] پیوستگی [illegible] اُن کی ہر ایک خاصیت [illegible] خدا کا [illegible] شخصیت میں پائی

جاتی ہے۔ ویسا ہی اُن کے کل افعال بھی اُس میں پائے جاتے ہیں ہمارے بعض فعل صرف روحانی ہیں۔ مثلاً خیال کرنا۔ توبہ کرنا۔ اور ایمان لانا۔ اور بعض جسمانی ہیں۔ مثلاً ہضم کرنا۔ خوراک کا جسم میں ملانا۔ خون کا بہنا۔ اور بعض مشترک ہیں۔ مثلاً چلنا۔ بولنا۔ لکھنا۔ وغیرہ۔ اِن میں روح اور بدن کا یکساں ملاپ اور باہمی امداد ہے۔ یہ کل مختلف حرکتیں انسان کے فعل ہیں۔ وہ انسان ہے۔ جو خیال کرتا ہے۔ اور وہ انسان ہے جو بولتا اور لکھتا ہے۔ اور وہ بھی انسان ہے جو کھاتا و ہضم کرتا ہے۔ (۵) اِس پیوستگی کا نتیجہ بدن کی سرفرازی ہے۔ حیوان مطلقوں سے انسان کے بدن اور اُس کی زندگی کے معزز کئے جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ناطق اور غیر فانی روح سے پیوستہ کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ سبب ہے کہ جس سے انسان کے بدن کو سرفرازی اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے۔ اور فہم جسم کو منور کرتا اور ایسا رتبہ اور قدرت بخشتا ہے کہ خالص مادہ میں وہ خوبی کسی صورت میں پائی نہیں جا سکتی تو بھی روح بدن کے ساتھ پیوستہ ہو کر کسی طرح سے کم قدر نہیں ہو جاتی۔ وہ برگشتگی سے پہلے ایسے ہی جسم سے آراستہ کی گئی۔ اور پھر آسمان کی جلال والی حالت میں بھی ایسے ہی بدن سے آراستہ کی جائیگی +

پس انسان کی بناوٹ میں روح و بدن کی پیوستگی خداوند مسیح کی شخصیت میں الوہیت و انسانیت کی پیوستگی کا نشان ہے جیسا کہ ہر ایک مشابہت میں ٹھیک ٹھیک اور کامل موافقت نہیں پائی جاتی ویسا ہی یہاں بھی ہے۔ تو بھی ایمان کے قائم کرنے اور بے ایمانی کے رفع کرنے کے لئے اس مشابہت کے نکات کافی ہیں۔ اور نیز مخفی اور غیر مفہوم امور میں دونوں ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ انسان میں دو مختلف جوہروں کی پیوستگی کے سمجھنے میں یہاں تک مشکلات پائی گئیں۔ کہ بہتوں نے انکار کیا۔ کہ روح آد[illegible] نہیں ہے۔ ویسا ہی خداوند مسیح کی شخصیت میں دو متفرق ذاتوں یعنے الوہیت اور انسانیت [illegible]ی پیوستگی سے بھی ایسے عقدے پڑ گئے کہ بہتوں نے اُس کے انکار کرنے سے کتاب مقدس کی صاف صاف حقیقتوں کو بھی رد کرنا چاہا۔ مگر ایسی حقیقت و صداقت کو رد کرنا امر محال ہی رہا ہے۔ [illegible] عقل و نقل سے ثابت ہے۔ و هو هذا +

(۴) اور جب [illegible] ایک خد[illegible] کی مخلوقات میں سے صرف انسان ہی خدا کا خیال کر سکتا ہے تو اِس سے یہ نتیجہ [illegible]ے۔ کہ انسان ہی وہ مخلوق ہے جو کسی قدر خدا کا مشابہ ہے۔ اگر خدا کا بھی کسی [illegible] سے مشابہ ہونا خدا کے کلام سے ثابت ہے۔ کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت

میں خلق کیا۔ انسان نے نہ تو خدا کو اپنے مشابہ اور نہ اپنے آپ کو خدا کے مشابہ بنایا۔ بلکہ خدا ہی نے
انسان کو اپنے مشابہ بنایا ہے۔ اسی سبب سے اس جہان کی مخلوقات میں سے صرف اِنسان
ہی خدا کا خیال کر سکتا ہے۔ کہ خدا نے صرف اُسی کو اپنی صورت میں خلق کیا ہے۔ چنانچہ جب انسان
خدا کو خیال کرنے لگتا ہے۔ تو اُسے کسی قدر اپنے مشابہ خیال کرنے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یہ بات
کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت میں خلق کیا توریت کے پہلے باب میں بیان ہوئی ہے۔ اور
یہ اُس کی تمام تعلیمات کی گویا بنیاد و منبع ٹھیرتی ہے۔ چنانچہ کتاب مقدس میں خدا سے انسانی
صفات۔ انسانی خیالات۔ انسانی افعال منسوب کئے گئے ہیں۔ ہاں اُس سے جسمانی اعضاو
حرکتیں بھی تشبیہ کے طور پر منسوب کئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اُن روحانی صفات وحالات کو
جو جسمانی حرکتوں کے وسیلے سے ظاہر ہوتے ہیں نہ رکھتا تو یہ تشبیہیں بے معنے ہوتیں اور تمام
کتاب مقدس میں اس پر بھی تاکید کی جاتی ہے۔ کہ انسان کی مذکورہ صفات وغیرہ میں جو خدا میں
موجود ہیں وہ خدا میں نہیں ہیں۔ یسعیاہ ۴۰ : ۱۸ و ۲۵ و ۲۶ - ۴۷ : ۴ گنتی ۲۳ : ۱۹ - ایوب
۱۱ : ۴ (۲) اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر انسان خدا کے مشابہ نہ ہوتا۔ تو ممکن نہ ہوتا کہ وہ خدا
کی طرف سے کوئی مکاشفہ قبول کرے۔ کیونکہ کسی کے دوسرے کو سمجھنے یا اُس سے کوئی خیال
قبول کرنے کے لئے دونوں کی مشابہت ضروری ہے آخرکار جو خدا کی تمام مکاشفات کی غرض
اور مقصد ہے۔ یعنی تجسم وہ اُس حال میں غیر ممکن ہوتا۔ اگر خدا انسان کو اپنی صورت میں خلق نہ کرتا۔
چنانچہ یہ نہ صرف توریت سے ظاہر ہے بلکہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ مظاہر حق۔ جلد ۴ صفحہ ۴۷-
عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ خلق اللہ آدم علےٰ صورتہٖ روایت ہے
ابی ہریرہ سے کہ کہا۔ فرمایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ پیدا کیا اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر*
(۵) واضح ہو کہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ ابن اللہ جو ازل سے موجود تھا۔ یوحنا ۱ : ۱ سے ۱۴ و فلسی
۱ : ۱۵ سے ۱۸۔ ایک زمانہ میں انسان بھی بن گیا اور اُس کو اُس کا [illegible] کہتے ہیں۔ ہاں وہ شخص مخلوق
تو ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن شخص الٰہی اور شخص انسانی آپس میں [illegible] علاقہ رکھتے ہیں۔ کلام
الٰہی کا یہ فقرہ کہ خدا محبت ہے عجیب ہے۔ کیونکہ یہ کسی اور شخص [illegible] میں نہیں کہہ سکتے
کہ وہ محبت ہے۔ یہ [illegible] خدا ہی کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ اگر [illegible] خدا کا [illegible] شخص [illegible] سے عادل اور

رحیم ہے تو بھی اُن سے خدا کی پوری سیرت ظاہر نہیں ہو سکتی جیسی کہ محبت سے۔ کیونکہ محبت ایسی
خاص واعلےٰ صفت ہے جو باقی ساری صفات پر حاوی ہے۔ پس محبت کیا ہے؟ محبت کی ایسی تعریف
ہو سکتی ہے۔ کہ ایک شخص یا روح کے ساتھ یگانگی کو ایسا طلب کرنا کہ نہ محب کی شخصیت یا روحانیت
میں کچھ خلل آئے۔ نہ محبوب کی۔ پس اس تعریف میں تین باتیں ہیں:-

پہلی بات۔ محبت صرف اشخاص یعنی ارواح کے درمیان ہو سکتی ہے۔ محبت اور بھلائی
میں جو فرق ہے وہ خاص اسی بات میں ظاہر ہے کہ بھلائی کے سبب ممکن ہے کہ آدمی اشخاص
وغیر اشخاص کی خیر کا طالب ہو۔ لیکن اس کے برعکس محبت کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ محب ومحبوب
دونوں اشخاص ہی ہوں پس اگر خدا شخص یا روح نہ ہوتا تو وہ ہم سے جو اشخاص یا ذی روح
ہیں محبت نہ کر سکتا۔ لہٰذا وہ اپنی سب مخلوقات میں سے صرف انسان سے محبت رکھ سکتا ہے
اگرچہ وہ سب سے بھلائی تو کرتا ہے مزمور ۱۴۵ : ۹۔ لیکن محبت وہ اشخاص یا ارواح ہی سے کرتا ہے
کیونکہ صرف انسان ہی ذی روح و ذی عقل اور خود مختار ہونے سے خدا کی صورت کو اپنے
میں دکھا سکتا ہے*

دوسری بات۔ محب محبوب کے ساتھ یگانگی کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ دو طرح کی ہوتی
ہے۔ (۱) یہ کہ محب محبوب کی خیر کی خاطر حتی المقدور خود انکاری کرتا ہے۔ اور جو کچھ محبوب کی
خیر کے لئے قربان ہو سکتا ہے وہ اُس کے لئے قربان کرتا ہے۔ لہٰذا محبت و بھلائی و مہربانی
میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مہربان شخص جس سے بھلائی و مہربانی کرتا ہے وہ اُس سے دور بھی
رہ سکتا ہے۔ تو بھی اُس کی بھلائی یا مہربانی میں خلل یا فرق نہیں آ سکتا۔ لیکن محب محبوب سے
دور نہیں رہ سکتا۔ ورنہ اُس کی محبت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ محب تو محبوب میں یگانگی کی
یہاں تک کوشش کرتا ہے کہ اُس کی خیر کی خاطر کتنی ہی محنت کیسی ہی سختی کیوں نہ اُٹھانی
پڑے اور کتنا بڑا نقصان ا۔ کیسا ہی مضر کیوں نہ ہو تو وہ بھی سہا جاتا ہے۔ پس محبت کا
یہی ظہور مسیحی دین کی ایک خصوصیت ہے۔ عہدنامہ عتیق میں خدا کی مہربانی تو منکشف ہوئی
لیکن جب تک خدا نے اپنا ابن وحید اپنی ذات پاک کا اقنوم ثانی کلمۃ اللہ و روح اللہ
کو اپنے محبوب انسان کو دے نہ دیا وہ محب صادق ثابت نہ ہوا۔ یوحنا ۴ : ۹ و ۱۰ - جو محبت

خدا کو ہم سے ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اُس کے سبب سے زندہ رہیں۔ محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ پس اگر خدا انسان کے لئے کفارہ دے کر بچانے اور انسان کو کامل کرنے اور اُس کی خیر و نجات کے لئے اپنے آپ کو دے کر مجسم نہیں ہوا تو اُس کی محبت کا ظہور پھر کونسا ہے۔ (۲) مُحب محبوب کی صحبت کو چاہتا ہے۔ ہاں جہاں یہ خواہش اکیلی رہتی وہاں تو محبت مطلق نہیں۔ بلکہ خود غرضی ہوتی ہے۔ الغرض محبت حقیقی کی آخری مراد محبوب کی صحبت یا وصال ہی ہے۔ کیونکہ یہی محب کا اجر اور اُس کی آسودگی کا وسیلہ ہے۔ اگر خدا کا تجسم نہ مانا جائے۔ تو خدا کو مُحب اور انسان کو محبوب ماننے سے بھی انکار کرنا پڑیگا۔ ورنہ محبوب سے وصال کے لئے تجسم کو قبول کرنا واجب و لازم ٹھہریگا۔ اور بدوں وصال خدا بہشت کا نہیں بلکہ دوزخ کا امیدوار ہونا ہی پڑیگا جہاں ہمیشہ کی جدائی ہے ٭

تیسری بات۔ محبت۔ مُحب و محبوب دونوں کی شخصیت و شخصانہ مرتبہ کو محفوظ و قائم رکھتی ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ ایک دوسرے میں ایسے تحلیل ہو جاویں کہ پھر نہ مُحب و نہ محبوب رہے۔ پس انسان اپنی انسانیت کے کمال کو اُسی حال میں پہنچ سکتا ہے۔ یا خدا کی وہ صورت جو انسان میں ہے۔ اُسی حال میں بحال و کامل ہو سکتی ہے۔ جب خدا اُس میں بسے انسان میں الہیٰ ذات کو قبول کرنے کی بے حد قابلیت ہے۔ کہ جس سے انسان کی شخصیت میں کچھ خلل نہیں آتا۔ بلکہ اُس قابلیت مذکورہ ہی کے سبب سے انسانیت کامل ہو سکتی ہے۔ اور خدا بھی انسان میں سکونت رکھنے سے اپنی شخصیت کو نہیں کھوتا۔ بلکہ اُسے لئے ہوئے اُس میں سکونت رکھتا ہے جیسا کہ سورۃ ق ۲ رکوع ۲۱۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور ہم بہت نزدیک ہیں طرف اُس کی رگ جان سے۔ پھر سورہ ذاریات ا رکوع ۲۱۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اور بیچ جانوں تمہاری کے ہے کیا پس نہیں دیکھتے ہو تم اور دونوں ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوتے۔ بلکہ خدا جو شخص ہے اور انسان کا جو شخص ہے پورا کرنے والا ہے اور وہی جو محبت بھی ہے انہیں باتوں میں تجسم کے ذریعہ سے اپنی محبت کو آسودہ کرتا ہے۔ پس اگر

گنہگار انسان سے خدا ایسی قربت رکھ سکتا ہے۔ تو خداوند المسیح پاک سے تو نہایت ہی یگانگی بلکہ تجسم کا ماننا بعید از عقل و نقل نہ ہوگا ٭

(۶) عہد عتیق سے ظاہر ہے کہ خدا جو انسان سے محبت رکھتا ہے وہ اُن کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وقت بوقت کسی نہ کسی صورت و شکل میں جو زمان و مکان میں محدود پائی جاتی ہے اپنے آپ کو خاص طور پر ظاہر کر کے انسان کی ہمدردی و مشکل کشائی کرتا بچاتا اور انسان کا راہ نما و حافظ ہو کے اُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ مثلاً خدا ابراہیم پر ظاہر ہوا۔ پیدائش ۱۸: ۲ و ۱۷۔ ۲۸: ۱۳۔ ۳۲: ۹ و ۳۱۔ پھر خدا موسےٰ پر ظاہر ہوا۔ خروج ۳: ۱۴ و ۱۵۔ ۱۳: ۲۱۔ ۲۰: ۱ و ۲۔ ۲۵: ۲۱ نحمیاہ ۹: ۷ سے ۲۸۔ اگرچہ اور بھی بہت ظہور ہیں لیکن یہاں اختصاراً چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ سب ظہور خدا کے بیٹے ہمارے نجات دہندہ کے تھے۔ جو ازل سے باپ کے ساتھ موجود تھے۔ کیونکہ خدا باپ کو کسی بشر نے نہیں دیکھا۔ یوحنا ۱: ۱۸ و ۶: ۴۶۔ خدا بیٹا دیکھا گیا ہے۔ یوحنا ۱: ۱ و ۲۔ خدا باپ تو کسی سے بھیجا نہیں گیا۔ البتہ خدا کا بیٹا خدا باپ سے بھیجا گیا ہے۔ یوحنا ۵: ۳۶۔ اور یہ یہوواہ جو فرشتہ اور بھیجا ہوا کہلاتا ہے۔ اسرائیلیوں اور دیگر سب قوموں کا منجی اور نئے نظام کا بانی بھی کہلاتا ہے۔ ذکریہ ۲: ۱۰ و ۱۱۔ اے صیہون کی بیٹی تو گا اور خوشی کر۔ کیونکہ دیکھ میں آؤنگا اور تیرے درمیان سکونت کرونگا۔ خداوند فرماتا ہے۔ اور اُس دن بہتیری قومیں خداوند سے میل کرینگی اور وہ میرے لوگ ہونگے۔ اور میں تیرے بیچ میں رہونگا۔ اور تو جانیگا کہ رب الافواج نے مجھے تجھ پاس بھیجا ہے ٭

پس یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ ایک یہوواہ دوسرے یہوواہ کو بھیجیگا۔ ویسا ہی ملاکی ۳: ۱ میں جس خداوند عہد کے رسول کی اپنی ہیکل میں ناگہاں آنے کی خبر ہے وہ بھی ہمارا منجی خداوند مسیح ہے۔ مرقس ۱: ۲ مزمور ۹۷: ۷۔ بمقابلہ عبرانی ۱: ۶۔ یسعیاہ ۶: ۱ سے ۵۔ بمقابلہ یوحنا ۱۲: ۴۱۔ پس کلیسیا کے ہر دو نظام میں وہ ایک ہی ہے۔ جو ظہور بخشتا رہا ہے۔ اور وہ خداوند المسیح ہے۔ جو کلیسیا کا مخلص و سر ہے۔ شروع سے آخر تک ایک ہی شخص ظہور خدا رہا ہے یوحنا ۸: ۵۶ و ۵۸۔ متی ۲۳: ۳۷۔ ۱ پطرس ۱: ۱۰ و ۱۱۔ اس لئے ظاہر ہے کہ خدا کے تجسم ہی سے بنی آدم کی نجات ہے۔ اگر خدا مجسم ہو کر نہ آتا تو اُس کے پاس تمام انسانوں سے

افضل واُن کا ہم جنس اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ کہ جسے انسان کی نجات کے لئے کفارہ دینے کو قربان کرتا۔ اور نہ محبّت الٰہی کا کامل ظہور ہوتا۔ جیساکہ خداوند مسیح کے تجسّم اور کفارہ کے ذریعہ بخشا گیا ہے +

(۷) واضح ہو کہ قرآن نے بھی خدا کے حاضر زمان ومکان کے مسئلہ کو مانا ہے (۱) سورہ حم السجدہ ۔ ۶ رکوع ۵۴ ۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے (۲) سورہ یونس رکوع ۳ ۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے ۔ (۳) سورہ الحاقہ ۔ ا رکوع ۱۷ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ اور فرشتے اوپر کناروں اُس کے کے اور اُٹھاوینگے عرش رب تیرے کا اوپر اپنے اُس دن آٹھ شخص ۔

(۴) حضرت علی کا وہ قول بھی قابل غور ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا ۔ پس ظاہر ہے کہ خدا جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہ عرش پر بھی بیٹھا ہوا ہے جسے آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے اور پھر وہ فرشتوں سے گھرے رہنے کے باوجود رگ جان سے بھی نزدیک ہے ۔ سورہ مومن ا رکوع ۷ ۔ و سورہ ق ۲ رکوع ۱۵ بلکہ گنہگار لوگوں کی وہ جانوں میں ہے ۔ سورہ ذاریات ا رکوع ۲۱ ۔ اور انسان کی اپنی پہچان اپنے رب کی پہچان ہے ۔ لہٰذا ان بیانات کو جو شخص صحیح سمجھتا ہے اُس کے لئے خدا کے کسی پاک جسم میں آنے یعنی مسئلہ تجسّم خدا کے صحیح ہونے میں کونسی مشکل باقی رہ جاتی ہے ۔ اور پھر کیوں نہ مانا جاوے ۔ جیساکہ ۲ قرنتی ۵ : ۱۹ میں ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا ۔ یاد رہے کہ مسیحی صرف المسیح میں خدا کو مجسم مانتے ہیں اور آپ کا قرآن ہر ایک گنہگار میں ہے +

(۸) جاننا چاہیئے کہ نہ صرف قرآن خدا کے حاضر زمان ومکان کے حدود میں خدا کو مانتا ہے بلکہ اُس کے کسی شے میں ظہور بخشنے کے مسئلہ کو بھی قبول فرماتا ہے ۔ (۱) سورہ نمل ا رکوع ۷ سے ۹ میں ہے ۔ کہ خدا موسےٰ پر ظاہر ہوا ۔ اور آگ میں سے پکارا یَا مُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ وائے موسےٰ بات یہ ہے کہ تحقیق میں اللہ ہوں غالب باحکمت (۲) سورہ طٰہٰ ا رکوع ۱۰ و ۱۱ میں پھر وہی مضمون ہے ۔ (۳) سورہ نجم ا رکوع ۵ سے ۹ تک ظاہر ہے ۔ کہ خدا حضرت محمد صاحب کو بہت نزدیک دکھائی دیا (۴) سورہ قیامت ا رکوع ۲۲ و ۲۳ میں ہے کہ کتنے منہ تازے ہونگے خدا کو دیکھنے والے ۔ (۵) سورہ القلم ۲ رکوع ۳۸ ۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ط جس دن کہ کھولا جاویگا پنڈلی سے اور بلائے جائینگے طرف سجدہ کے پس نہ سکینگے +

پس اب ظاہر ہے کہ موسیٰ پر خدا آگ میں ظاہر ہوا ۔ حضرت محمد صاحب پر سدرۃ المنتہےٰ یا بیری کے درخت کے پاس دو گوشے کمان سے بھی نزدیک کے فاصلہ پر ۔ اور قیامت کے دن مومن بھی خدا کو دیکھینگے اور جب خدا کی پنڈلی کھولی جائیگی تب مومن خدا کو سجدہ کرینگے ۔ لیکن کافر و منافق اُسے سجدہ نہ کر سکینگے ۔ یہ پنڈلی والا خدا ضرور مجسم ہی ہوگا ۔ چونکہ انسان کی آنکھیں حد کو دیکھ سکتی ہیں اس لئے ضرور ہوگا کہ خدا کسی محدود شکل کو اختیار کر کے انسان پر ظاہر ہو ۔ جیساکہ وہ ہر ایک ظہور کے وقت کسی نہ کسی شکل ہی میں زمان ومکان کے اندر ظاہر ہوتا رہا ہے ۔ تو بھی اُس کے بے حد ہونے یا شان خدائی میں کچھ فرق نہیں آیا ۔ لہٰذا خدا کا مجسم ہو کر انسان کی نجات کے لئے ظہور بخشنا بھی اُس کی شان کے خلاف نہیں ہے ۔ اور نہ یہ خدا قادر مطلق و پُر محبت کی رحمت و فضل سے بعید ہے ۔ اور جبکہ خدا نے آگ وغیرہ میں سے اپنا ظہور بخشا ہے ۔ تو کیوں نہ قبول کیا جائے کہ اُس نے خداوند یسوع المسیح پاک کے جسم میں بھی مجسم ہو کے گنہگار انسان کے بچانے کے لئے جیسا کہ پاک انجیل سے ثابت ہے ظہور بخشا ہے +

(۹) چونکہ خلقت محض محبّت الٰہی کا فعل ہے ۔ اور خلقت بغیر تجسم ذات الٰہی کے ناتمام ہے ۔ اور انسان جو خدا کی صورت میں خلق کیا گیا اُس کا پورا مطلب بغیر تجسّم کے بر نہیں آسکتا تھا کیونکہ خدا کے ملنے کی آرزو جو انسان کی ذات ہی میں موجود ہے اور انسان سے ملنے کا اشتیاق جو انسان کے خلق کرنے کے وقت سے خدا کے دل میں ہے دونو بغیر تجسّم کے ادھورے اور بے مطلب رہتے ہیں ۔ چنانچہ مختلف زمانوں اور مختلف سرزمینوں کے عوام و خاص کے دلوں میں جو خدا اور انسان کے ایک ہونے کا شوق ۔ امید اور خیالات ہوئے ہیں ۔ وہ سب بغیر تجسم خدا کے وقوع میں آنے کے بے معنے اور باطل ٹھیرتے ہیں +

(۱۰) ظاہر ہے کہ خلقت کا مرکز انسان ہی ہے ۔ لیکن انسان کا مرکز بھی چاہیئے اور وہ ایسا مرکز ہو کہ جس میں اُس کے تمام مخصوصات ایسے جمع ہوئے ہوں جیسے کہ خلقت کے تمام مخصوصات انسان میں جمع ہیں ۔ سو ایسا شخص سوائے خداوند یسوع مسیح کے اور کون ہوسکتا

ہے کہ جس میں خدا مجسم ہو کر انسانیت کا کمال اور انسان کا مرکز ہو رہا ہے +

(۱۱) خداوند مسیح ایک مفرد آدمی تو ہے لیکن یہ اُس کی انسانیت کا کافی بیان نہیں ہے۔ بلکہ وہ باقی تمام آدمیوں سے ایسا علاقہ رکھتا ہے جیسا دماغ و دل باقی عضووں اور کل بدن سے رکھتا ہے۔ اور اُس کا مطلب نہ صرف یہ ہے کہ انسانیت کے تمام مخصوصات اور صفات اُس میں جمع و ظاہر ہیں۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ ہر فرد و بشر سے خواہ زندہ ہو خواہ مردہ ایسا علاقہ رکھتا ہے جیسا کہ کوئی اور آدمی رکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہی اکیلا انسان کا سر۔ دماغ و دل کی جگہ ہونے سے الوہیت کے تجسم کے لائق تھا۔ تو بھی وہ خدا کے ساتھ ایک نہ ہوتا۔ یوحنا ۱: ۳۰ تو خالی انسان ہو کے ایسا فیض بخش انسانیت سے علاقہ ہرگز نہ رکھ سکتا۔ اور اس علاقہ کے سبب سے وہ ہر آدمی کے دل کے خیالوں کو ایسا سمجھتا ہے اور ہر آدمی کی خوشیوں سے ایسا خوش اور ہر آدمی کے دکھوں میں ایسا ہمدرد ہے جو ہمارے خیال سے بھی بالکل باہر ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت پاک کلام سے ملتا ہے۔ رومی ۸: ۲۹۔ افسی ۱: ۱۰ و ۳: ۹ سے ۱۱۔ ۱ قرنتی ۱۵: ۲۱ و ۲۲ و ۴۵ سے ۴۹ +

(۱۲) انسان کے احوال کے دو بڑے حصے ہیں۔ ایک یہ کہ جس انسانیت کا سر آدم اوّل ہے وہ شروع سے تو ناتمام اور اب گناہ آلودہ بھی ہے۔ دوم یہ کہ جس انسانیت کا سر آدم ثانی المسیح ہے وہ نہ صرف گناہ سے مبرا بلکہ کامل بھی ہے۔ لیکن وہ صرف ابن اللہ ہی کے مجسم ہونے سے ایسا ہو سکا ہے۔ اسی لئے اِس کے سوا یہ بھی ماننا ضرور ہے۔ کہ تمام بنی آدم ایک بدن کی مانند ہیں لیکن یہ بدن بغیر مسیح کے بے سر ہوتا۔ ہاں آدم اول تو ایک طرح کا سر یعنے بانی تھا۔ لیکن وہ اپنی نسل پر کچھ پاکیزگی یا زیست دائمی کا اختیار یا تاثیر نہیں رکھتا۔ کیونکہ گناہ اور موت کے غلبہ کے سبب سوکھی جڑ کی مانند ہے۔ لیکن انسانیت کو ایسا سر چاہیئے جو اب اور ہمیشہ اُس کا زندہ اور زیست بخش سر ہو۔ اور یہ فقط وہی المسیح ہو سکتا ہے جو خدا و انسان دونو ہو کر ابدالآباد زندہ ہے۔ پس اسی سبب سے ضرور تھا کہ خدا مجسم ہو کیونکہ محض انسان زیست بخش ہو نہیں سکتا +

(۱۳) ابن اللہ اور انسان کا جو علاقہ ابھی مذکور ہؤا۔ اُس کے سبب سے المسیح کتاب مقدس میں اکثر ایسے ناموں سے نامزد اور مشہور ہے کہ جن کے معنی صفات عام ہیں۔ مثلاً وہ خدا کی قدرت۔ خدا کی حکمت۔ قیامت۔ زندگی۔ راہ حق۔ دنیا کا نور۔ زندگی کی روٹی۔ ہماری صلح

ہماری امید۔ یہوواہ ہماری صداقت۔ ہماری چٹان وغیرہ کہلاتا ہے۔ اور خداوند مسیح نہ صرف ان سب تحفوں و برکتوں کا دینے والا بلکہ وہ ان سب کی اصل بھی ہے۔ یہ محاورہ صرف اسی سبب سے ممکن ہے۔ کہ خداوند المسیح اپنے تجسم کے سبب سے خدا اور انسان کے درمیان ایسا علاقہ رکھتا ہے۔ جیسا اور کسی طرح سے نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی تمام الہی صفتیں اور برکتیں اُس میں ہو کر اُس کے ذریعے سے انسانیت کے اندر پیوستہ ہوتی ہیں۔ جو انسانیت کے کمال کا باعث ہیں +

(۱۴) خداوند مسیح کی شخصیت کی نسبت کتاب المقدس کی حقیقتیں یہ ہیں:-

اوّل۔ یہ کہ وہ حقیقی انسان تھا۔ یعنی کامل اور پوری انسانیت رکھتا تھا۔ اس لئے کہ جو کچھ انسان پر سوائے گنہگار ہونے کے عائد ہو سکتا ہے۔ خداوند مسیح پر بھی وارد ہو سکتا تھا +

دوم۔ وہ حقیقتاً خدا ہے۔ یعنی کامل الوہیت رکھتا ہے۔ پس جو کچھ خدا کی نسبت خیال میں آسکتا ہے وہ خداوند المسیح کی نسبت بھی صادق آسکتا ہے۔

سوم۔ وہ ایک ہی وجود تھا۔ کیونکہ جس وجود یا ہستی نے کہا۔ کہ میں پیاسا ہوں۔ اُسی نے فرمایا۔ کہ ابراہام سے پہلے میں ہوں۔ واضح ہو کہ اس تعلیم کے ثبوت میں کتاب المقدس کے بیان کو ہم دو صورتوں میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وہ صورت جو اس تعلیم کے الگ الگ جوہروں یعنی جسم اور روح کے بیان سے نکلتی ہے۔

۲۔ کتاب المقدس کے مروجہ بیان سے جو شروع سے آخر تک جہاں کہیں خداوند مسیح کا بیان آتا ہے۔ وہ کبھی انسانیت سے اور کبھی الوہیت سے اُس کا بیان کیا جاتا ہے اور پھر یہ دونو بیان ملائے جاتے ہیں۔ اور پھر ایک سے دوسرے تک ایسی آسانی سے گذر کرتے ہیں۔ جیسا کہ انسان کی بابت کبھی کہیں کہ فانی ہے اور کبھی کہیں کہ غیر فانی ہے +

اوّل۔ کتاب مقدس سکھاتی ہے۔ کہ خداوند مسیح حقیقی اور کامل انسانیت رکھتا تھا۔ یعنی اُس میں حقیقی بدن اور روح ناطق تھا +

۱۔ حقیقی بدن سے مراد ہے۔ مادی بدن۔ کہ جس میں گوشت اور خون اور ہڈی اور ہر ایک ضروری چیز مثل اور انسانوں کے پائی جاتی ہے۔ وہ کوئی وہمی صورت یا صرف بدن کے مشابہ

نہ رکھتا تھا اور نہ وہ آسمانی چیزوں سے بنا تھا چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ ابراہام کی نسل۔ یہوداہ کے فرقے اور داؤد کے خاندان سے ہے۔ مریم کنواری کے رحم میں مثل دیگر انسانی بدنوں کے بقدرت الٰہی بغیر نطفہ کے وہ بدن بنا۔ اور اُس کا بدن بڑھتا گیا۔ اور شیر خواری کی حالت سے عمر رسیدگی تک ترقی پاتا گیا اور وہ انسان کے بدن کے سے عوارض بھی رکھتا تھا۔ درد۔ آسودگی۔ بھوک پیاس۔ ماندگی اور دُکھ کا مقصد تھا۔ اُس کو دیکھ سکتے تھے۔ چھو سکتے تھے۔ الغرض اس کا بدن جسم اور خون تھا۔ عبرانی ۲: ۱۴۔ اور اس نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ روح میں جسم اور ہڈی نہیں ہوتی۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ لوقا ۲۴: ۳۹۔ اور پُرانے عہدنامہ میں نبیوں کے قول سے بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ عورت کی نسل۔ ابراہام کی نسل اور ابن داؤد ہے۔ اور یہ کہا گیا۔ کہ وہ انسان تھا۔ دردمند انسان۔ یسوع مسیح انسان۔ اور اُس نے خود فرمایا کہ میں ابن آدم ہوں پس خداوند مسیح کی بابت کہ وہ فی الحقیقت انسانی بدن رکھتا تھا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور صاف دلیل نہیں۔ کہ قرآن یا کوئی اور کتاب اگر بیان کرے کہ یسوع مسیح انسان تھا۔ پاک انجیل خود صفائی سے اُس کے کامل انسان ہونے کی گواہ ہے +

۲۔ اور اُس کا روح ناطق رکھنا بھی ایسا ہی صاف ظاہر ہے۔ وہ سوچتا۔ تقریر کرتا الفت رکھتا۔ خوش اور دردمند ہوتا تھا۔ وہ دانش میں بڑھتا گیا۔ اور روز حشر کا ٹھیک وقت نہ جانتا تھا۔ پس بہ نتیجہ اس کے وہ محدود عقل اور انسانی فہم رکھتا تھا۔ یہ دونوں جوہر یعنی حقیقی بدن اور روح ناطق کا اُس میں ہونا کتاب مقدس سے صاف صاف ظاہر و ثابت ہے +

دوم۔ ویسا ہی صفائی سے کتاب مقدس بتاتی ہے کہ خداوند المسیح حقیقتاً خدا تھا۔ مثلاً کل الٰہی نام والقاب کا اُسے دیا جانا یعنی اُس کو خدا۔ قادر مطلق خدا۔ عظیم خدا۔ کل عالم کا خدا۔ خداوند۔ خداوندوں کا خداوند۔ بادشاہوں کا بادشاہ کہا گیا ہے۔ اور پھر کل الٰہی صفات بھی اُس میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہا گیا کہ وہ ہمہ داں۔ حاضر زمان و مکان ہر کہیں ناظر۔ عالم الغیب۔ قادر مطلق ہے۔ اور وہ ماضی۔ حال اور استقبال میں بے تغیر رہتا ہے۔ وہ عالم کا خالق۔ پروردگار اور حاکم ہے۔ کل چیزیں اُس سے اور اُس کے

لئے پیدا ہوئیں۔ اور اُسی سے سب کی سب موجودہ حالت میں بحال رہتی ہیں۔ وہ کل عالم کی عبادت کا مقصد ہے۔ کل مخلوقات یعنی فرشتگان سے انسان تک اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ اُن کی تعظیم اور محبت اور ایمان کا مقصد ہے۔ اس کے آگے انسان اور فرشتے بھی اپنی خصلت اور چال چلن کی نسبت جوابدہ ہی ہیں۔ اور اُس کا دعوےٰ ہے۔ کہ سارے انسان اُس کا جلال ظاہر کریں جیسے کہ باپ کا جلال ظاہر کرتے ہیں اور جیسے باپ کی عزت کرتے ہیں ویسے اُس کی عزت کریں۔ اور جیسے باپ پر ایمان لاتے ہیں ویسے اُس پر بھی ایمان لاویں۔ اور اُس نے فرمایا کہ میں اور باپ ایک ہوں۔ اور جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے باپ کو بھی دیکھا ہے۔ وہ سارے انسانوں کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ اور اُن کے گناہوں کی معافی کا وعدہ کرتا ہے۔ کہ وہ روح القدس اُن کو بخشیگا۔ اور آرام اور صلح عنایت کرکے روزِ حشر میں اُن کو جلد اُٹھائیگا اور نیز اُن کو ہمیشہ کی زندگی میں داخل کریگا۔ کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حقیقتاً خدا ہے +

(۱۵) کتاب مقدس کے عام بیان سے خداوند مسیح کی بابت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت خدا اور انسان تھا۔

۱۔ پُرانے عہدنامہ سے ظاہر ہے کہ وہ ابراہام کی نسل۔ یہوواہ کے فرقے۔ داؤد کے خاندان سے بیت اللحم میں۔ ایک کنواری سے پیدا ہوگا۔ وہ مرد غمناک بے نہایت ذلیل وحقیر تھا۔ اُس نے ہمارے گناہوں کی سزا اُٹھالی۔ اور اپنی جان موت کے لئے اونڈیل دی۔ الغرض بہت جگہ اُسے انسان کہا گیا۔ اور پھر اُس کے ساتھ ہی وہ اکثر جگہ خدا بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہوواہ۔ یہوواہ کا فرشتہ۔ خدا کا بیٹا۔ القادر۔ اور یہوواہ صدق نو۔ اور نیز وہ جو ازل سے تھا۔ اور آسمان پر تخت نشین ہے۔ اور جس کی عبادت فرشتے کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ پھر آویگا۔ دانیل ۷: ۱۳ +

۲۔ نئے عہدنامہ میں بھی ایسا ہی بیان متواتر چلا آتا ہے۔ چنانچہ خداوند مسیح اپنے آپ کو ابن آدم کہتا ہے۔ اور اس میں اُس کا تولدنامہ بھی ہے جو اُس کا داؤد کے خاندان سے ہونا ثابت کرتا ہے۔ اور نیز اُس کی پیدایش۔ زندگی اور موت کا حال بھی ہے۔ جس سے

اُس کو انسان یسوع المسیح کہا گیا ہے۔ اور نیز ہمارا خداوند دعوے کرتا۔ اور رسول اس کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ وہ اپنی بابت فرماتا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اور ازل سے ہوں۔ اور آسمان وزمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ اور وہ عبادت اور محبت اور فرمانبرداری جو خدا کا پاک حق ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میرا بھی حق ہے۔ رسول اُس کی عبادت کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ وہ خدائے عظیم اور نجات دہندہ ہے۔ اور وہ اس پر اپنا دارومدار رکھتے اور اُسی کو حاکم عادل روز حشر کا جان کر اُس کے آگے پیش ہونے کو تسلیم کرتے رہتے۔ اور اُس کی طرف معافی۔ پاکیزگی اور ہمیشہ کی زندگی کے لئے تاکتے رہتے۔ ان مختلف بیانوں سے ہر جگہ ایک ہی وجود کو کبھی خدا اور کبھی انسان اور کبھی دونوں کے کہنے کا کوئی اور قطعی جواب نہیں۔ سوائے اس کے جو مجسم ہونے کی تعلیم میں پایا جاتا ہے۔ کہ خداوند یسوع المسیح حقیقی خدا اور حقیقی انسان ہے۔ فی الواقع یہ کل کتاب مقدس کی کنجی ہے۔ اور اگر اس تعلیم کا انکار کیا جائے۔ تو سب کچھ درہم برہم ہو جاتا ہے اور جب یہ تعلیم مانی جاتی ہے۔ تو سب کچھ روشن اور موافق اور قابل اعتبار معلوم ہوتا ہے۔ پس خداوند المسیح خدا اور انسان دو جدی ذاتوں میں ابد تک ایک ہی شخصیت رکھتا ہے۔ اور یہ دینداری کا بڑا بھید ہے۔ اور بغیر اس عظیم تعلیم کے کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا کتاب المقدس ایک ٹھنڈا سا مردہ بدن ہوتی۔

(۱۶) اب ہم قرآن کی طرف حاضرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ کیونکہ اس احقر نے جہاں تک قرآن پر غور کی۔ اگرچہ بڑی صفائی کے ساتھ تو نہیں مگر اختصاراً مسیحیوں کے صحیح عقیدے الوہیت المسیح کا قرآن کو مُقر ہی پایا ہے۔ ہاں وہ بدعتی مسیحیوں کے عقائد کا جو وہ نادانی سے مانتے ہوں۔ جیسا کہ پاک ثالوث میں مریم بتولہ کی شمولیت یا خداوند مسیح کی الوہیت و انسانیت کے فرق کو نہ ماننا یا انسانیت کا الوہیت میں ایسا غرق ہو جانا کہ پھر نہ الوہیت و نہ انسانیت کا ہونا یا حقیقی انسانیت کا نہ ہونا۔ یا انسانیت کی بجائے الوہیت کا ہونا۔ جیسا کہ مارکیوں۔ یوتوخس اور اپلوناری یعنی بدعتی مانتے تھے۔ بیشک قرآن میں اُن کے باطل عقائد کی تردید پائی جاتی ہے۔ جو مسیحی کلیسا سینکڑوں برس قرآن سے پیشتر ان بدعتوں کے فاسد عقائد کی تردید کر کے صحیح عقیدہ جیسا کہ کتب عہد عتیق و جدید سے پیش ہو چکا ہے قائم و صحیح ٹھہرا چکی تھی۔ لہذا اب ہم قرآن میں جو خداوند

مسیح کی الوہیت کے صحیح عقیدہ کی مجملاً تائید ہوئی ہے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں مریم بتولہ کی پاکیزگی۔ برگزیدگی و فضیلت کا ایسا بیان کیا گیا ہے۔ جو کسی نبی کا بھی نہیں ہوا۔

۱۔ آل عمران ۴۔ رکوع ۳۰ سے ۳۲۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا

ترجمہ۔ جس وقت کہا بی بی عمران کی نے اے پروردگار میرے تحقیق میں نے نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ بیچ پیٹ میرے کے ہے آزاد کیا ہوا پس قبول کر مجھ سے تحقیق تو ہے سننے والا جاننے والا۔ پس جب جنا اُس کو کہا اے پروردگار میرے۔ تحقیق میں نے جنا اُس کو لڑکی۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ جنا اور نہیں مرد مانند اُس عورت کے اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم اور تحقیق میں نے پناہ دی اُس کو ساتھ تیرے اور اولاد اُس کی کو شیطان راندے ہوئے سے۔ پس قبول کیا اُس کو رب اُس کے نے ساتھ قبول اچھے کے اور اُگانا کیا اُس کو اُگانا اچھا اور سونپ دی وہ زکریا کو۔

۲۔ سورہ تحریم ۲ رکوع ۱۲۔ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۔ ترجمہ۔ اور مریم بیٹی عمران کی جس نے محافظت کی شرمگاہ اپنی کی پس پھونکا ہم نے بیچ اُس کے روح اپنی کو اور مانتی تھی باتوں پروردگار اپنے کی کو اور کتابوں اُس کی کو اور تھی فرمانبرداروں سے۔

۳۔ عمران ۵ رکوع ۴۲۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰکِ وَطَهَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ۔ اور جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اوپر عورتوں جہاں کے۔

۴۔ سورہ انبیاء ۶ رکوع ۰۰۔ وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ۔ اور ہدایت دی ہم نے اُس عورت کو کہ محافظت کی اُس نے

شرمگاہ اپنی کی۔ پس پھونک دیا ہم نے بیچ اُس کے روح اپنی کو۔ اور کیا ہم نے اُس کو اور بیٹے اُس کے کو نشانی واسطے جہانوں کے +

(۵) سورہ مومنون ۳ ر کوع ۵۱۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَّآوَيْنٰهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ ترجمہ اور کیا ہم نے بیٹے مریم کے کو اور ماں اُس کی کو نشانی اور جگہ دی ہم نے اُن دونوں کو طرف زمین بلند کے جگہ رہنے کی اور پانی جاری کئے +

(۶) سورہ نساء ۲۲ ر کوع ۴۲۔ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۔ ترجمہ۔ اور بسبب کفر اُن کے کے اور کہنے اُن کے کے اوپر مریم کے بہتان بڑا +

۷۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطٰنُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطٰنِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَ ابْنِهَا۔ ترجمہ۔ نہیں کوئی پیدا ہوتا آدم کا بیٹا۔ مگر مس کرتا ہے اُس کو شیطان پیدا ہونے کے وقت پس چیخ مارتا ہے مس شیطانی سے سوا مریم اور بیٹے اُس کے کے +

خلاصہ بیان مذکورہ :-

۱۔ مریم بتولہ کے والدین دیندار و خدا پرست تھے +

۲۔ مریم پیدا ہوئی جو مردوں سے بہتر تھی۔ اور خدا کی نذر کی گئی وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى +

۳۔ مریم اور اُس کی اولاد خدا کی حفاظت میں قبول کی گئی۔ تاکہ شیطان کے اثر سے محفوظ رہے +

۴۔ مریم کتب مقدسہ و خدا کی فرمانبردار تھی +

۵۔ مریم پاک دامن تھی +

۶۔ مریم خدا سے خاص طور پر برگزیدہ و پاک ٹھیرائی گئی +

۷۔ مریم جو مردوں سے بہتر تھی اُس کو تمام عالموں کی عورتوں پر بھی فضیلت دی گئی +

۸۔ مریم و اُس کا بیٹا تمام عالموں کے لئے معجزہ مقرر کئے گئے +

۹۔ مریم خدا کی روح سے حاملہ ہوئی +

۱۰۔ مریم پر الزام لگانے والے کافر اور مردود اور مورد عتاب الٰہی ہیں +

۱۱۔ مریم اور اُس کا بیٹا مس شیطانی سے پاک ہیں +

اے معزز ناظرین! مریم بتولہ کی فضیلت جو قرآن نے بیان کی ہے۔ قابل غور ہے۔ وہ مردوں سے بہتر و تمام عالموں کی مستورات کا تاج ٹھیرائی گئی ہے۔ اس کا باعث صرف یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس سے صرف مخلوق شخص پیدا ہونیوالا تھا۔ یا صرف ایک نبی جو محض ایک مخلوق ہو کیا اِس سے پیشتر کسی عورت سے نبی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ کیوں اُنکی ماؤں کی ایسی تقدیس ہوئی؟ کیوں وہ مردوں سے بہتر نہ سمجھی گئیں؟ کیوں اُن مستورات کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت نہ دی گئی؟ اے ناظرین غور فرماویں۔ یہاں ایک بڑا راز ہے جو پوشیدہ معلوم ہوتا ہے۔ پس جو فضیلت مریم بتولہ کی قرآن بیان کرتا ہے۔ اسکا باعث علاوہ یہ بتاتا ہے کہ مریم بتولہ میں خدا نے اپنی روح پھونکی اور اپنے کلمہ ازلی کو ڈال دیا۔ جو کسی اور عورت میں نہ ڈالا گیا۔ سو یہ فضیلت مریم کو اپنے بیٹے مسیح عیسٰے کے سبب سے ملی۔ کہ جس کا جسم کلمۃ اللہ و روح اللہ کا سکونت گاہ و مظہر اللہ تھا۔ اور کسی سبب سے مریم کو ایسی فضیلت نہیں دی گئی۔ پس اگر رسول یا نبی جو محض بندے تھے اُنکے تولد کے باعث ایسی عظمت و شان کا ملنا واجب ہوتا تو کسی اور رسول یا نبی کی والدہ کو بھی ایسی ہی فضیلت پاکیزگی برگزیدگی و یگانگی۔ لیکن مریم اسلئے برگزیدہ و پاک کی گئی کہ اس سے ایک ایسا وجود پیدا ہونیوالا تھا کہ جس میں خدا مجسم ہو کر آیا +

دوم۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تمام انبیا ماؤں سے پیدا ہوئے اور اُنکے والدین دیندار بھی تھے مثلاً اسحاق یعقوب۔ موسٰے یشوعہ و سموئیل وغیرہ لیکن کسی کی والدہ کو یہ فضیلت نہیں دی گئی۔ نہ ایسی برگزیدگی و تقدیس اُنکی ہوئی جیسی کہ قرآن کے بیان کے بموجب مریم بتولہ کی ہوئی۔ کیا دیگر انبیاء کی ارواح شریف نہ تھے کہ بغیر پاک کی ہوئی ماؤں سے پیدا ہوئے پھر مریم بتولہ کی برگزیدگی۔ تقدیس اور فضیلت کو قرآن کیوں بتظہیر ٹھیرا کر بیان کرتا ہے۔ پس اگر خداوند مسیح صرف ایک بندہ اور دیگر نبیوں جیسا ایک نبی تھا تو اُسکی تولید کیلئے کیوں ایسی برگزیدہ مقدسہ و فضیلت والی ماں کی ضرورت درپیش آئی۔ جو کسی دوسرے نبی کیلئے ایسی والدہ کی ضرورت نہ ہوئی کیا اس سے ظاہر نہیں کہ خداوند مسیح تمام انبیا سے ذات و شرافت میں بڑھ کر ہے۔ اور پھر اسکے محض انسانوں سے سب فضائل میں بڑھ کر ہونیکا کیا یہی سبب تھا کہ اُسمیں وہ کلمہ جو ازل میں موجود اور خدا تھا اُس المسیح میں مجسم ہو کر گنہگاروں کی نجات کیلئے ہمارے پاس آیا۔ اور ہمارے درمیان جلال کا خداوند اگر پست حالت میں رہا۔ اور ایسے کام کئے جو کسی دوسرے نے کبھی نہ کئے مثلاً بموجب قرآن پرندوں کو خلق کیا۔ یعنی زندگی کو پیدا کر کے اُنمیں ڈالا۔ مادر زاد اندھے کی آنکھوں کو پیدا کیا۔ مُردوں میں زندگی کو واپس لایا۔

یا مُردہ روحوں میں زندگی ڈالنے سے اُسکا نام روح اللہ ہوا۔ یہیں لائق غور ہے کہ یہ المسیح جو بندوں کی زندگی کا خالق مانا گیا۔ اور آنکھوں کو نیست سے ہست کرنیوالا اور مُردوں میں زندگی کو واپس لانیوالا۔ اور مُردہ روحوں میں زندگی کا ڈالنے والا قبول کیا گیا ہے۔ تو کیا اُسکی مشابہت خدا خالق ارض وسما سے ہے یا محض انسان سے۔ اور اگر انسان سے ہے تو ایسے دیگر انسان کا بیان بھی ضرور قرآن میں ہوگا نظیراً پیش فرمائیے ورنہ اس المسیح کو خدا مان کر اُس سے اپنی روحوں میں زندگی پائیے +

سوم۔ اگر خداوند المسیح نبیوں جیسا ایک نبی اور محض انسان ہی خدا کو پیدا کرنا تھا تو اُسکے پیدا کرنے کے لئے قانون تولید ہی کیوں ٹوٹ گیا۔ جو اوروں کے لئے بحال رہا۔ اُس تخصیص ہی پر غور فرمانے سے ظاہر ہوگا کہ اسمیں کلمة اللہ مجسم تھا جو دوسروں میں نہ تھا +

چہارم۔ جبکہ کوئی شریعت یا قانون خدا کو نئی خلقت کے پیدا کرنے سے نہیں روکتا۔ اور نہ کوئی شریعت یا قانون خدا کو کسی جگہ۔ یا جسم میں ظہور بخشنے یا مجسم ہونیکا مانع ہے۔ تو کیوں قبول نہ کیا جائے کہ خدا نے المسیح میں مجسم ہوکر انسان کی نجات کیلئے ظہور بخشا ہے۔ اور المسیح صرف انسان ہی نہیں بلکہ خدا بھی ہے +

(۱۷) قرآن نے خداوند المسیح کی شان کو اتنا بڑا مانا ہے کہ المسیح کے مثل اسلام کے انبیاء و اولیاء میں سے کسی کی شان ایسی نہیں بیان ہوئی جیسی کہ المسیح کی ہوئی ہے۔ اور پھر یہ کہ قرآن نے اور انبیاء کے گناہوں اور اُنکے اقرار گناہ کا بیان فرمایا لیکن المسیح کو قدوس دکھایا۔ کسی ذرا سی لغزش تک کا اُنکی نسبت بیان نہ فرمایا۔ اور حقیقی نسبت المسیح کو صرف بشر ہی سے نہیں بلکہ خدا سے دی گئی ہے :-

۱- مریم ۲- رکوع ۲۰- وَلِنَجْعَلَهُ آیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَکَانَ أَمْرًا مَّقْضِیًّا ترجمہ۔ تو کہ کریں ہم اُسکو یعنی المسیح کو نشانی واسطے لوگوں کے اور مہربانی اپنی طرف سے اور یہ کام مقرر کیا ہوا +

۲- مریم ۲- رکوع ۱۸- قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا ترجمہ کہنے لگا سوا اسکے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا تو کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ +

۳- عمران ۵ رکوع ۴۷- ترجمہ کہا اے رب میرے کیونکر ہوگا واسطے میرے بچہ۔ نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو آدمی نے۔ کہا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے +

۴- عمران ۵ رکوع ۴۵- اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ترجمہ۔ کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ

بشارت دیتا ہے تجھکو کلمہ کی اپنی طرف سے۔ نام اُسکا مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا آبرو والا بیچ دنیا کے اور آخرت کے نزدیک کئے گیوں سے + یہاں بشارت دیگئی کہ کلمہ جو مجسم ہوگا اُسکا نام مسیح عیسیٰ ہوگا۔ نہ یہ کہ کلمہ سے مسیح عیسیٰ پیدا ہوگا۔ اگر یہ خیال کیا جائے تو گویا مسیح عیسیٰ جو کلمہ ہے اُس سے مسیح عیسیٰ پیدا ہوا جو بالکل غلط ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ کلمہ مجسم ہوا۔ جیساکہ انجیل میں ہے۔ اور قابل غور ہے۔ کہ یہاں قرآن نے اُس کلمہ کی جسکی بشارت مریم بتولہ کو دیگئی اور اُسکا نام مسیح عیسیٰ بتایا کیسی تعریف کی ہے۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ یعنی خداوند مسیح مرتبے والا ہے دنیا میں آخرت میں۔ اور مقربین میں۔ اس تعریف کی جو مجمل ہے تفصیل پاک انجیل میں موجود ہے۔ افسی ۱: ۲۰ سے ۲۳ جبکہ اُسے مردوں میں سے جلا کر اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں پر بٹھایا۔ اور ہر طرح کی حکومت اور اختیار اور قدرت اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہت بلند کیا۔ جو نہ صرف اس جہان میں بلکہ آنیوالے جہان میں بھی لیا جائیگا۔ اور سب کچھ اُسکے پاؤں تلے کر دیا۔ اور اُسکو سب چیزوں کا سردار بناکر کلیسیا کو دیدیا۔ ۱ پطرس ۳: ۲۲ وہ آسمان پر جاکر خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے۔ اور فرشتے اور اختیار اور قدرتیں اُس کے تابع کی گئی ہیں + پس ظاہر ہے کہ خداوند المسیح کا نہ کوئی ہمسر دنیا میں ہے۔ اور نہ آخرت میں۔ اور اسکا باعث یہ ہے کہ اُسمیں وہ کلمہ جو خالق کل جہان کا ہے مجسم ہو رہا ہے +

۵ سورہ نساء ۲۳- رکوع ۱۵۵- اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ترجمہ سوائے اسکے نہیں کہ مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا ہے پیغمبر اللہ کا ہے اور کلمہ ہے اُسکا ڈالا یا اُسکو طرف مریم کے اور روح ہے اُسکی طرف سے +

واضح ہو کہ مسیحی خداوند مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور محمدی اُسے روح اللہ فرماتے ہیں اگرچہ بات تو ایک ہی ہے لیکن آپس کے اختلاف کے سبب ایک دوسرے کی بات کو نہیں مانتے لیکن اس بات میں کہ خداوند مسیح خدا کا کلمہ ہے۔ مسیحی و محمدی دونو متفق ہیں۔ مگر قرآن کلمة اللہ کی دلیل و تشریح میں ساکت ہے۔ اور پاک انجیل اُسکا پورا بیان کرتی ہے۔ تو بس وہی تاویل و تشریح مقبولیت کے لائق ہوگی جو پاک انجیل میں ہے۔ نہ وہ جو غیر الہامی لوگ کرتے ہیں۔ یوحنا ۱: ۱ و ۱۴۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کیساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہمنے اُسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے بیٹے کا جلال +

(۱۸) سورہ عمران ۵ رکوع ۴۹- اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ ترجمہ۔ یہ کہ بناتا ہوں میں واسطے تمہارے مٹی سے مانند صورت جانور کے پس پھونکتا ہوں میں بیچ اُسکے پس ہو جاتا ہے جانور ساتھ حکم اللہ کے اور خبر بتاتا ہوں ساتھ اُسکے کہ کھاتے ہو تم اور جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو تم بیچ گھروں اپنوں کے تحقیق بیچ اُسکے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے +

واضح ہو کہ قرآن کی رو سے خداوند المسیح کے بعض معجزے ایسے ہیں جو خدا نے خاص اپنی ذات ہی سے مخصوص کئے ہوئے ہیں۔ اور کسی بشر کو اتنی قدرت کا عطا فرمانا اپنی کبریائی کے خلاف سمجھا کیونکہ وہ ایسے معجزے ہیں جو صرف الوہیت کو شائع تھے کہ جن میں کوئی دوسرا خدا کا شریک نہیں ہو سکا جیسا کہ خالق کرنا۔ لیکن قرآن و انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند المسیح خالق ہے۔ یوحنا ۱: ۳ و ۱۰ قلسی ۱: ۱۶ عبرانی ۱: ۲ پس جب کہ خداوند المسیح وہی کام کرتا ہے جو خدا کے سوا اور کوئی نہیں کر سکا نہ کر سکتا ہے۔ تو یہ امر نہایت ہی غور و فکر کے لائق ہے۔ کیا کسی مخلوق میں یہ قدرت ہے کہ اپنے ہاتھ سے مٹی کا جانور بنائے اور اسمیں زندگی کا دم پھونک کر اسے زندہ کر دے۔ جیسا کہ خدا نے آدم کا بت بنایا۔ اور پھر اسمیں زندگی کا دم پھونک کر اسے زندہ کر دیا تھا۔ ویسا ہی قرآن مجملاً بیان کرتا ہے کہ پرند المسیح کے خلق کئے ہوئے ہیں +

اور یہاں جو قرآن نے بِاِذْنِ اللّٰہِ کی قید لگائی۔ تو گویا یہ فرمایا کہ خدا باپ کی مرضی کے بموجب المسیح بھی خالق ہے۔ یوحنا ۵: ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۶: ۳۸ و ۱۵: ۱۰ و ۸: ۲۸۔ کیونکہ ابن اللہ نے جب انسانیت کو اختیار کیا تو وہ باپ کا پورا تابعدار رہا۔ فلپی ۲: ۶ سے ۹ +

اے ناظرین جبکہ قرآن اللہ نے اس صفت خالقیت میں اللہ کیساتھ کسی اور کی شرکت روا نہیں رکھی مگر صرف کلمہ مجسم المسیح کی کہ جسمیں یہ شان دیکھی گئی کہ وہ بھی خلق کر کے جسمیں اپنی الوہیت کا اظہار کرتا ہے تو کیوں اسمیں خدا کا تجسم نہ مانا جائے +

(۱۹) پھر قرآن یہ فرماتا ہے۔ سورہ اعراف ۲۴ رکوع ۱۸۷- مَالَا یُخْلَقُ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۔ ترجمہ نہیں پیدا کرتے ہیں کچھ اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں۔ نیز دیکھو سورہ فرقان ا رکوع ۳ کو۔ اور پھر سورہ حج ۱۰ رکوع میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ترجمہ۔ تحقیق کہ جنکو پکارتے ہو سوائے اللہ کے ہرگز نہ پیدا کرینگے ایک مکھی اور اگر اکٹھے ہوں واسطے اُسکے +

اب جائے غور ہے کہ ادھر تو قرآن کہتا ہے کہ اعلے سے اعلے مخلوق کوئی ادنا سے ادنا چیز کو خلق نہیں کر سکتا اور پھر خداوند المسیح کی نسبت فرماتا ہے عمران ۵ رکوع ۴۹۔ کہ المسیح مٹی کے پرند بناکر اور انمیں جان ڈالکر انہیں اڑا دیتا تھا۔ کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ المسیح اگر صرف مخلوق انسان ہوتا۔ تو وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے مکھی تک کو خلق نہ کر سکتا۔ لیکن چونکہ اس کامل انسان المسیح میں خالق کی ذات کلمۃ اللہ مجسم تھا اسلئے وہ خلق کرنے پر قادر تھا اور اس نے پرندوں کو خلق کر دیا۔ پس اگر اب بھی کوئی خدا مجسم و غیر مجسم میں امتیاز نہ کر سکے اور المسیح کو سب مخلوقات سے اعلے و بالاماں کر خالق ارض و سماجیسا کہ پاک انجیل فرماتی ہے یوحنا ۱: ۳ و ۱۰ قلسی ۱: ۱۶ و عبرانی ۱: ۲ نہ مانے۔

تو اُسکا تعصب و بے بصیرتی نہیں تو اور کیا ہے +

(۲۰) سورہ ص ۵ رکوع ۱۷- اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ترجمہ جس وقت کہا پروردگار تیرے نے واسطے فرشتوں کے تحقیق میں پیدا کرنیوالا ہوں انسان کو مٹی سے +

ویسا ہی المسیح بھی فرماتا ہے۔ سورہ آل عمران ۵ رکوع ۴۹۔ اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ترجمہ۔ یہ کہ خلق کرتا ہوں میں واسطے تمہارے مٹی سے مانند صورت جانور کے پس پھونکتا ہوں میں بیچ اُسکے ہو جاتا ہے جانور ساتھ حکم اللہ کے +

سورہ نحل ۲ رکوع ۱۸- اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ ترجمہ۔ آیا پس جو شخص پیدا کرتا ہے مانند اُسکے ہے کہ جو نہیں پیدا کرتا کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے +

پس صاف ظاہر ہے کہ صرف المسیح ہی ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے خلق کرنیکے ارادہ کو بیان فرماکے خدا کی طرح خلق کیا تو اب المسیح کا یہ فعل کس کے ساتھ مشابہ ہوا۔ اور وہ کیا ٹھیرا خود ہی انصاف فرمالیں +

(۲۱) سورہ زخرف ، رکوع ۶۰۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ۔ ترجمہ اور تحقیق وہ (المسیح) البتہ علم قیامت کا ہے پس مت شک لاؤ ساتھ اُسکے اور پیروی کرو میری +

۲. سورہ فجر ا رکوع ۲۲۔ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ترجمہ۔ اور آویگا پروردگار اور فرشتے صف باندھ کر +

۳. مظاہر حق جلد چہارم۔ چھاپہ مجتبائی ۳۴۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِكَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْكُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَدْلًا۔ ترجمہ۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس خدا کی کہ جان میری کا اُسکے ہاتھ میں ہے کہ تحقیق اُترینگے آسمان سے بیچ تمہارے عیسے بیٹے مریم کے درحالیکہ حاکم عادل ہونگے

پس ظاہر ہے کہ خداوند المسیح جو بموجب انجیل گنہگاروں کو بچانے کیلئے کفارہ میں اپنی جان دیکر اور مردوں میں سے زندہ ہو کر آسمان پر صعود فرما ہوا تھا۔ وہی بموجب قرآن علم قیامت ہے۔ اور وہی رب ہے جو زندوں اور مردوں کی عدالت کرنے کیلئے حاکم عادل ہو کر آسمان سے پھر آنیوالا ہے۔ تو کیا کوئی مخلوق محدود علم و محدود عقل و الانسان کروڑوں کروڑ لوگوں کا انصاف کرنے کیلئے حاکم عادل ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو پھر المسیح حاکم عادل وہی آنیوالا رب ہے اور پاک انجیل بھی یہی سکھاتی ہے۔ متی ۲۵: ۳۱ سے ۴۶ تک

بمقابلہ مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۴۰ دیکھو بابت عبادت بیمار سو یہ وہی وقت ہوگا کہ ہر ایک گھٹنا اُس المسیح کے آگے جھکیگا۔ اور ہر ایک زبان اقرار کریگی کہ وہ خداوند ہے۔ فلپی ۲: ۱۰ و ۱۱

(۲۲) سورہ بقرہ رکوع ۴ ۳۲۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔

ترجمہ۔ اور جب کہا ہمنے واسطے فرشتوں کے سجدہ کرو واسطے آدم کے۔ پس سجدہ کیا مگر شیطان نے نہ مانا +

پس اگر آدم میں خدا مجسم مانا جائے تو سجدہ کرانا اسکے لئے جائز ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر اس واقعہ کو اس طرح مانا جائے کہ جسطرح محمدی مفسرین بیان کرتے ہیں۔ کہ اول آدم کو جو محض انسان تھا۔ اور اُسمیں خدا مجسم نہ تھا۔ اور خطا میں پڑکر بہشت سے نکالا جانیوالا بھی تھا۔ تو خدا کا جان بوجھ کر ایسے شخص کو سجدہ کرانا خدا کی نسبت شرک کے جاری کرنیکا الزام صادق آتا ہے۔ کیونکہ سجدہ تعظیمی کیلئے کوئی خدا کا حکم کہیں بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر اس واقع کو اسیطرح مانیں جسطرح پاک انجیل میں بیان ہوا ہے۔ تو کوئی نقص ذات الٰہی پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔ عبرانی ۱: ۶ سے ۱۳۔ اور جب پہلوٹھے المسیح کو دنیا میں پھر لاتا ہے تو کہتا ہے کہ خدا کے سب فرشتے اُسے سجدہ کریں۔ اور فرشتوں کی بابت یہ کہتا ہے۔ کہ وہ اپنے فرشتوں کو ہوائیں اور اپنے خادموں کو آگ کے شعلے بناتا ہے۔ مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے۔ کہ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد رہیگا۔ اور تیری بادشاہت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تونے راستی سے محبت اور بدکاری سے عداوت رکھی۔ اسی سبب سے خدا یعنی تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی نسبت تجھے زیادہ مسح کیا۔ اور یہ کہ اے خداوند تونے ابتدا میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔ اور وہ نیست ہو جائینگے پر تو باقی رہیگا۔ اور وہ پوشاک کی طرح بدل جائینگے مگر تو وہی ہے اور تیرے برس ختم نہ ہونگے لیکن اُسنے فرشتوں میں سے کس کے بارے میں کب کہا کہ تو میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کروں +

پس اے معزز ناظرین یہ وہی خداوند المسیح ہے۔ کہ جس میں کلمہ ازلی مجسم ہو کر ہمیں بچانے و کمال کو پہنچانے کے لئے آیا۔ اور جو آدم ثانی پاک انجیل میں کہا گیا ہے کہ جس میں سب شامل ہو کے جلائے جائینگے۔ کیونکہ اس میں خدا مجسم ہے۔ اس لئے وہ سچا معبود ہو کر قبولیت و سجدہ کے لائق ہے۔ نہ کہ آدم اول یا کوئی اور مخلوق جو گنہگار ہو چکا ہے۔ صرف المسیح ہمارا منجی۔ ہمارا کعبہ و مسجود ہے۔ اُسی کا جلال ازل سے لے کر ابد تک ہے +

آمین ثم آمین